eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

ڈاکٹر محمد عامر اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، پاکستان
ماریہ بلال
لیکچرار، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، پاکستان

Dr Muhammad Amir Iqbal
Assistant Professor, Urdu Department, University Of Sialkot, Pakistan
Maria Bilal
Lecturer, Urdu Department, University Of Sialkot, Pakistan

ہندوستان میں اقبال شناسی کی روایت کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ

RESEARCH AND CRITICAL STUDY OF THE TRADITION OF IQBAL STUDIES IN INDIA

ABSTRACT

The tradition of Iqbal Studies is very strong in both, Pakistan and India. There are many books available which translate Iqbal's thought. Authors have made efforts to develop Iqbal's thoughts. Iqbal is fortunate in terms of translation. In this way his thoughts reached far and wide. Many names and shades of Iqbal can be seen in Iqbal Studies. It would be a mistake to test Iqbal's thoughts on self-made assumptions. Many stars of success are hidden in Iqbal's thought. The scholars of India are trying to understand the Iqbal studies in a very effective way. Experts have concluded critical results from the research. Study of this article will widen the scope of Iqbal Studies, establish new avenues of research and criticism, and expand the scope of sources.

KEYWORDS

Iqbal Studies, Iqbal's thought, Research, Criticism, Understanding, Conclusion

فکرِ اقبال کو فروغ دینے کے لیے بہت سے مصنفین نے ان تھک کوششیں کی ہیں۔ یہ ان کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ اقبالیات کا زریں محل پوری آب و تاب سے محققین اور مدبرین کو خوش آمدید کہہ رہا ہے۔ اقبالیات کے خزانے میں اضافہ کرنے والے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے والے اس کے دامن میں کشادگی کا باعث بنتے ہیں اور اقبال شناس کے لقب سے عزت افزائی حاصل کرتے ہیں۔ اگر ہندوستان میں اقبال شناسی کی بات کی جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ نامساعد حالات کے باوجود وہاں اقبال شناسی کی روایت مستحکم ہوئی ہے۔ جب فکرِ اقبال کو تعلیمی اداروں سے خارج کر دیا گیا، جب اقبال کا نام لینا بھی جرم سمجھا جانے لگا، تب بھی فکرِ اقبال کو دفن نہ کیا جاسکا بلکہ ''طبع کے رُکنے''

پر بھی "رواں اور" ہونے کی خوبی کے پیشِ نظر فکرِ اقبال اور بھی مضبوط ہو کر پروان چڑھی۔

اس کے لیے اقبالیات سے متعلق تحقیقی اور تنقیدی کتب کی بہت اہمیت ہے۔ یہ فہرست بہت طویل ہے۔ ہر اقبال شناس نے اپنے طور پر اقبال سے والہانہ عقیدت کا اظہار کیا ہے اور اقبالیات کے لیے مستند ماخذ بروئے کار لاتے ہوئے تحقیق اور تنقید کے لیے موثر مواد فراہم کیا ہے۔ اقبال کی تصانیف کے تراجم بھی کئی زبانوں میں ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تراجم کے اعتبار سے اقبال بہت خوش قسمت ہیں کہ ان کے افکار بہت دور تک رسائی حاصل کر گئے ہیں۔ ہندوستان کی بہت سی زبانوں میں اقبال کے نظریات ترجمہ کی صفت کے باعث وسعت حاصل کر گئے ہیں۔

فکرِ اقبال حیرت و مسرت سے معمور ہے۔ فکرِ اقبال میں ایک جوش پوشیدہ ہے، ایک جنون ہے جس کا سودا سر میں سما جاتا ہے اور پھر جانے کا نام نہیں لیتا۔ فکرِ اقبال میں پوشیدہ رعنائی جان لیوا بھی ہے اور جاں بخش بھی۔ فکرِ اقبال سے دل چسپی کے بعد اس سے ترکِ تعلق ممکن نہیں۔ فکرِ اقبال میں اقبال کے کئی نام اور رنگ نظر سے گزرتے ہیں۔ اس کی بصیرت بے کراں ہے اور اس سے چشم پوشی، ممکن ہی نہیں۔ صدیاں بیت جائیں مگر اقبال کی مقبولیت میں کبھی کمی نہ آئے گی کیوں کہ ہندوستانی اقبال شناس فکرِ اقبال کا ذخیرہ محفوظ کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ فکرِ اقبال کی سرگذشت کا سراغ ایسے ہی ہے جیسے جوئے شیر لانا ہو۔ ہندوستان کے ماہر اقبال شناس پروفیسر عبدالحق صاحب کی بات یاد رکھیے۔ کہتے ہیں:

> "اقبال زندگی بھر خرد کی گتھیاں سلجھانے اور صاحبِ جنوں بننے کی توفیق طلب کرتے رہے۔ ان کے ناقد اور شارح بھی آج تک پیچ و خم میں سرگرداں ہیں۔ مطالعہ اقبال اگر اعتدال اور ارتباط کی راہ سے ہٹ جائے تو گوہرِ مراد ہاتھ نہیں آتا۔ فکرِ اقبال کی بازیابی کے لیے انھیں کے پیمانۂ قدر کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ کسی بیرونی اور خود ساختہ معیار پر پرکھنا عبرت ناک غلطی ثابت ہوتی ہے" (۱)

پروفیسر عبدالحق نے اقبال فہمی اور اقبالیات کے ضمن میں جن نوازشوں سے فیض یاب فرمایا ہے وہ اقبالیات کی تفہیم، تفسیر، تعبیر، تحقیق اور تنقید کے لیے ناگزیر ہیں۔ اقبالیات کا دامن کشادہ کرنا مقصود ہو تو درج بالا معیار اپنا کر گوہرِ مقصود حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پروفیسر عبدالحق نے اقبالیات کے موضوع پر دو درجن کے قریب کتب تخلیق کی ہیں۔ زبان و بیان، تحقیق و تنقید اور معیار کے ساتھ ساتھ یہ تصانیف اقبال سے عقیدت اور اقبالیات سے شیفتگی کا مظہر ہیں۔ آپ کی شخصیت ہندوستان میں اقبال شناسی کا مستند درجہ رکھتی ہے اور آپ کی تصانیف کو بھی مستند ماخذ کی حیثیت سے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اقبالیات کے موضوع پر لکھی گئی آپ کی تصانیف ہندوستان میں اقبال فہمی کے فروغ کا باعث ہیں۔

آپ کی تصانیف میں موجود مضامین اقبالیات کے منہاج کا درخشاں ستارہ ہیں۔ ان کتب میں اقبالیات کا بہت بڑا خزانہ پوشیدہ ہے اور ساتھ ہی بہت سی شخصیات کا ذکر بھی ہے۔ اقبال کے تعلقات، معاصرین اور شارحین اقبال کی کاوشیں، سب ان میں نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

آپ نے فکر اقبال کا صحیح نقشہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ جو ان مضامین سے دیکھا بھی جا سکتا ہے۔ فکر اقبال جس ارتقاء سے گزرتی رہی، آپ نے مختلف مضامین میں اس کا انفرادی ذکر بھی عنوان بنا کر پیش کیا ہے اور مجموعی ذکر بھی کیا ہے۔

اقبال کے فکر پر بھی کچھ شخصیات کے اثرات موجود تھے۔ ان میں مولوی میر حسن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پروفیسر عبدالحق کی تصانیف میں ان ماخذوں کو بھی دیکھا جا سکتا ہے جو اقبال کے فکر پر اثر انداز تھے۔ ان میں مولوی میر حسن کے علاوہ سر سید احمد خان، آرنلڈ، جمال الدین افغانی کی تحریک کے اثرات، گاندھی جی کی تحریک کے اثرات، غرض یہ تمام خزانہ پروفیسر عبدالحق کی کتب سے دستیاب ہے۔ قومیت، وطنیت، مرد مومن اور دیگر کئی نکات کے حوالے سے روشن پہلو ان تصانیف میں موجود ہیں۔ آپ کی تصنیف "اقبال اور اقبالیات" پر نگاہ ڈالیں تو یہ تصنیف تیرہ مضامین پر مشتمل نظر آتی ہے۔ اس کا بار دوم ۲۰۰۹ء میں میزان پبلشرز سرینگر کے زیر اہتمام منظر عام پر آیا۔ آپ نے ابتدا اعتذار یعنی عذر خواہی، معافی سے کی ہے۔ یہ آپ کی سادہ دلی ہے کہ قارئین سے پہلے ہی معذرت کا رویہ اختیار کر لیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ رائے کے اختلاف پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اور پڑھے لکھے لوگوں کا انداز بھی یہی ہے کہ بحث میں شدت کو جگہ نہیں دیتے۔ فکرِ اقبال میں فکر اور نظر کے اتنے پیکر پوشیدہ ہیں کہ کسی بھی رنگ سے دیکھیں تو منفرد اور نمایاں ہی دکھائی دیتا ہے۔ اس حوالہ سے اقبال شناس یہ رائے رکھتے ہیں۔

> "مختلف شعبہ ہائے علم کے سینکڑوں موضوعات شعر اقبال میں محفوظ ہیں۔ جن میں ہر دور کے تقاضے اور تعبیر کی قندیل روشن ہے۔"(۲)

بلاشبہ کسی مفکر کے خیالات میں اس قدر وسعت دیکھنے کو نہیں ملتی جو اقبال کے یہاں ہے۔ پروفیسر عبدالحق نے فکر اقبال کی افادیت تسلیم کرتے ہوئے غفلت سے دوچار نہ ہونے اور غنودگی کا شکار نہ ہونے کا تخلیقی اور تحقیقی جواز بیان کیا ہے اور فہم و فراست کے نگہبانوں کو پیغام دیا ہے کہ فکر اقبال اور کلام اقبال میں کامرانی کے بہت سے اشارے پوشیدہ ہیں۔

جب صاحب اقتدار و اختیار قوتیں معاملات کا درست جائزہ نہ لے سکیں اور طاغوت کے ساتھ سمجھوتا کر لیں تو ان حالات میں ملک و قوم پر کیا گزرتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف صاحبانِ دانش کو ہی ہو سکتا ہے اور معاونت کے لیے اقبالیات کے مطالعہ پر نگاہ پڑتی ہے۔ ورنہ سفینے صرف ڈوبا ہی کرتے ہیں۔ کلام اقبال ان پیغامات سے لبریز ہے اور پروفیسر عبدالحق نے اپنے مختلف مضامین میں ہمارے سامنے پیش کرنے کی

کوشش کی ہے۔

پروفیسر عبد الحق کی تصنیف "تنقید اقبال اور دوسرے مضامین" مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین بہت اہمیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں کتابی شکل دی گئی ہے۔ ان میں کوئی خاص ربط نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مختلف اوقات میں لکھے گئے۔ کچھ جامعات میں پڑھے گئے، کچھ ریڈیو پروگراموں کے تحت لکھے گئے۔

فکرِ اقبال کی تلاش کے لیے صرف ان کی شاعری کو ماخذ مانا جاتا ہے اور دیگر تحریروں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ پروفیسر عبد الحق نے ان مقالہ جات میں اقبال کی نثری تحریروں پر سنجیدگی سے توجہ دینے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اقبال کو شاعری کی حدود سے نکال کر بھی پڑھا جائے اور اقبالیات کی حدود کو توسیع دی جائے۔ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہ انہیں مفکر ثابت کیا جائے۔ فکر کی وضاحت کے لیے نظم و نثر کی پابندی نہیں ہے۔ پروفیسر عبد الحق نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ اقبال کی زندگی کے ارتقائی پہلو کو سامنے رکھا جائے اور ارتقاء میں نشیب و فراز اور تبدیلی کے پہلوؤں کو سامنے لایا جائے جو اقبالیات کے مطالعہ میں ترجیح طلب ہیں۔ اردو ادب اور فارسی ادب کے حوالہ سے پروفیسر عبد الحق نے اپنے حرف آغاز میں یہ بھی لکھا کہ تمام فنکاروں کے مقابلہ میں اقبال پر سب سے زیادہ فارسی زبان میں لکھا گیا لیکن ابھی تک اس موضوع پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی ہے۔

شعبہ اُردو دِہلی یونیورسٹی کی کاوشوں سے تہذیب و ثقافت کے اعلیٰ معیار و منہاج پر رسم الخط کو پرکھنے کے لیے مذاکرے کا اہتمام ہوا۔ اس حوالہ سے پروفیسر عبد الحق کا مقالہ موجود ہے۔ ترجمہ نگاری کے اصول اور فن پر شعبہ اردو جامعہ دہلی نے سب سے پہلے پیش رفت کی۔ مذہبی کتب کے تراجم کے حوالہ سے مقالہ بھی اس تصنیف کا حصہ ہے۔ اس تصنیف کے مضامین کا مطالعہ اقبالیات کے منہاج میں گراں قدر اضافہ ہے اور طلباء کے لیے ناگزیر ہے۔ مصنف نے اقبال اور قارئین کے تعلق کا ذکر بہت ہی دل نشیں پیرائے میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> "خطبات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اقبال نے اپنے قارئین کے ذہن و فکر کے بارے میں پہلے سے چند مفروضات قائم کر لیے ہیں کہ ان کا قاری ان بنیادی نکات سے واقف ہے۔"(۳)

مصنف نے بہ طور طالبِ علم دعویٰ کیا ہے کہ اقبال ذہنی ارتقا کے کسی بھی زمانے میں حب الوطنی یا ارضِ ہند کی محبت سے کبھی بے گانہ نہیں رہے۔ آپ نے واضح طور پر کہا ہے کہ اقبال کے افکار میں وطن سے محبت ایک فطری جذبہ ہے۔ مگر جب وطنیت کا تصور سیاسی فکر بن کر انسانی ہیئتِ اجتماعیہ کو پارہ پارہ کرتا ہے تو اقبال کی روح احتجاجی کیفیت اختیار کر لیتی ہے۔ مصنف کو اقبال کے نظریہ قومیت اور آفاقیت میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔ ہندوستان میں اقبالیات کے لیے یہ دلیل بہت اہمیت کی حامل ہے۔

ہندوستان میں فکرِ اقبال سے دلچسپی رکھنے والے بہت ہی موثر انداز سے اقبالیات کی صحیح تفہیم کے لیے کوشاں رہے ہیں۔ اس سلسلہ

کی ایک تصنیف "اقبال کے ابتدائی افکار" ہے۔ اس کا نقش اول مارچ ۱۹۶۹ء میں منظرِ عام پر آیا۔ ناشر:۔ مسعود احمد، پہاڑ پور۔ مچھلی شہر، جون پور تھے اور جمال پرنٹنگ پریس۔ دہلی سے شائع ہوئی۔

پیش گفتار میں مصنف پروفیسر عبد الحق نے اقبال سے اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ ہائی سکول تک پہنچتے پہنچتے اقبال کے بہت سے اشعار انہیں زبانی یاد تھے۔ اس دلچسپی میں بی۔ اے تک پہنچتے ہوئے اضافہ ہوا پھر ایم۔ اے میں بھی باقاعدہ ایک مضمون کی شکل میں اقبال کو پڑھا۔ ایم۔ اے کے بعد "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ" موضوع تحقیق تھا۔

ہندوستان میں اقبال کو پاکستان کا شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لیے انہیں صرف پاکستان کے حوالے کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ یہ تصنیف پروفیسر عبد الحق کے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کا ایک باب ہے جسے تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اقبال کے فکر و فن کو ان کے ابتدائی کلام کے آئینے میں دیکھا جائے تو وہ نکھر کر سامنے آ سکتا ہے۔ پروفیسر عبد الحق نے کلام اقبال کے ساتھ ساتھ ناقدین اقبال کے خیالات پر بھی تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔

یہ تصنیف اقبالیات کو تنقیدی اور تحقیقی نقطہ نظر سے دیکھنے کے سلسلے میں پہلا قدم ہے۔ اقبال کے دل میں ہمیشہ یہ کسک رہی کہ جو کام انہیں کرنا چاہیے تھا، وہ نہیں کر سکے۔ اور آخری عمر میں تو یہ احساس بہت قوی ہو گیا تھا۔ کلام اقبال کا ایک ذہین طالب علم، اقبال کی شاعری میں جگہ جگہ یہ کسک محسوس کرتا ہے جو بعض اوقات نغمہ و آہنگ کے پردوں کو چیر کر نالہ دل دوز کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ آلِ احمد سرور اقبال کی شاعری اور شعری نظریہ کو ایک بلند نصب العین سے وفاداری قرار دیتے ہیں۔ آپ کی یہ بات اقبالیات کے طلباء کو بہت ہی مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے۔ آپ کہتے ہیں:

> "اقبال کی شاعری اور ان کا شعری نظریہ ایک بلند نصب العین سے وفاداری کا ہے۔ اس بلند وفاداری اور اس کے تقاضوں کی وجہ سے ان کے نزدیک زندگی ایک مہم اور شاعری اس مہم کو سر کرنے کی ایک کنجی بن گئی"(۴)

پروفیسر عبد الحق نے تحقیق سے تنقیدی نتائج بر آمد کیے ہیں۔ اس تحقیق کے دوران ابتدائی کلام اقبال ہی کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ابتدائی کلام ۱۹۰۵ء تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ اقبال کے یورپ جانے سے پہلے کے افکار و نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اقبالیات کے ماہرین کی رائے ہے کہ ابتدائی کلام سے مراد بانگ درا حصہ اول کا کلام نہیں کیونکہ بانگ درا کو ۱۹۲۴ء میں ترتیب دیا گیا۔ اس ترتیب کے وقت اقبال نے اصلاحات بھی کیں اور اضافے بھی کیے۔ اس لیے باقیات اور غیر اصلاح کے متون کو پیش نظر رکھنے کی بصیرت افروز اطلاع ہی قابلِ تحسین و

تحقیق قرار پاتی ہے۔ تاکہ نتائج میں غلطی نہ ہو۔ کیونکہ تاریخی تحقیق میں متن کی اہمیت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ اقبال کے تصورِ اسرار و رموز پر گفتگو کرتے ہوئے مصنف پروفیسر عبدالحق لکھتے ہیں:

"اقبال نے خودی کے ساتھ ساتھ بے خودی کو لازم قرار دیا ہے تاکہ فرد کی انا پورے معاشرے کو فنا نہ کر دے۔ فرد کی انا کو جماعت کی انا کے ساتھ ربط باہم کے رشتوں میں مضبوط کر دیا گیا ہے۔ تاکہ فرد کی انانیت آمر و جابر نہ بن سکے۔ ورنہ جماعت اور فرد دونوں تباہ ہو کر انسانیت کے لیے سوہان روح ہو جائیں گے۔ اقبال اس حقیقت سے واقف تھے اس لیے انہوں نے خودی کو بے خودی کا جزو لاینفک قرار دیا ہے"(۵)

مصنف نے بہت عرق ریزی اور جان فشانی سے فکرِ اقبال کے موضوعات کی جانچ پڑتال کی ہے اور نتائج اخذ کیے ہیں۔ اقبالیات کے میدان میں یہ تصنیف تحقیق و تنقید کے لیے مستند مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اقبالیات کے میدان میں ایک تصنیف "اقبال کا حرفِ شیریں" بھی ہے جو پروفیسر عبدالحق کی تخلیق ہے۔ یہ اگست ۲۰۱۴ء میں سامنے آئی۔ نئی دہلی: اصیلا پریس، دریاگنج سے شائع ہوئی۔ اس کے موضوعات بے مثال ہیں اور اقبالیات کے طلباء کی راہنمائی کے لیے بہت معاون ہیں۔ اس کا انتساب آپ نے اقبال شناسی کے سنگ نشاں ڈاکٹر سید ظفر محمود کے نام کرتے ہوئے یہ مصرع لکھا ہے۔

ع مثلِ خورشید سحر فکر کی تابانی میں

اقبال کی تصنیف "ضربِ کلیم" کی نظم "مردِ بزرگ" کا مکمل شعر کچھ یوں ہے:

مثلِ خورشیدِ سحَر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ و آزادہ، معانی میں رفیق (۶)

یہ پروفیسر عبدالحق کے مضامین کا مجموعہ ہے جس کے حرفِ آغاز میں آپ نے لکھا ہے کہ اقبال اور اقبالیات کے بعد "اقبال۔ شاعر رنگیں نوا" (۲۰۱۰ء) میں شائع ہوئی۔ کچھ مضامین مختلف جگہ اخبارات، رسائل وغیرہ میں شائع ہوئے۔ ان میں کہیں کہیں نظر ثانی کی گئی۔ اس میں اقبال کی اصل تحریروں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اقبال کی تحریروں کے مباحث کو پیش نظر رکھ کر یعنی جو اقبال کہنا چاہتے تھے اسے سامنے رکھ کر تجزیہ و تحسین کی جرأت کی گئی ہے یعنی تجزیہ کیا گیا ہے اور تعریف کی گئی ہے۔ صرف شاعری پر اکتفا کر لینے سے غلطی بھی سرزد ہو سکتی ہے۔ اقبال صرف شاعر نہیں۔ آپ کے نزدیک شعر و فلسفہ میں ہر آتشیں آواز اقبال سے ہی منسوب کی جائے گی۔ اقبال کو آفریں ہو کہ وہ آتش سوزاں میں جلتے رہے مگر ہماری گزرگاہوں کو روشن کر گئے۔ اگر ہم شاعری کے میدان میں غزل کی بات کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس صف میں

اقبال نے نہ صرف نمایاں جگہ بنائی بلکہ غزل کے میدان میں اجتہاد سے کام لیا۔ اسے فکر و فلسفہ کی حدود سے پروان چڑھا کر پیغام کی وسعتوں تک پہنچایا۔ الفاظ کو پر شکوہ بنایا۔ خیال کو جلیل و جمیل زبان عطا کی۔ مستقبل کے غزل گو شعرا کو غزل کی نزاکتوں کا رمز شناس بنایا۔ یہ اقبال ہی ہے جس نے غزل کو کوچہ و بازار سے اٹھا کر دامن یوسف کی پاکیزگی عطا کی ہے۔ اقبال نے تنوع اور توسیع کو اہمیت دی۔ آپ نے غزل کو نئی راہیں دکھائیں۔ اسالیب فن کے جو رابطے قائم تھے آپ نے ان کی خلاف ورزی تو نہ کی مگر یہ ضرور کیا کہ نئے پن اور اجتہاد کا انداز متعارف کروایا۔ اس طرح اقبالیات کے خزانے میں گراں قدر اضافہ ہوا جو تحقیق اور تنقید کی نئی راہیں استوار کر گیا۔ غزل کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی سیر حاصل گفتگو نظر سے گزرتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> "اقبال کے شعری حوالوں کے دوش بدوش، خطوط و خطبات، مضامین اور مقالوں میں صد رنگ صورتیں جلوہ نما ہیں۔ جن کا احاطہ آسان بھی نہیں ہے۔ مگر سب کے مطالعہ سے ہی مرکزی خیال کی بازیافت ممکن ہے۔ اقبال نے ان تصورات سے متعلق متعدد مقدمات قائم کیے ہیں جو نظم و نثر میں منتشر مگر فکر و خیال میں منظم اور مربوط ہیں۔ ان مقدمات کی مدد سے ان کے تعلیمی تصورات کی ترسیل و تفہیم سہل ہو جاتی ہے"(۷)

تحقیق و تنقید کا رویہ پروان چڑھانے کے لیے اس تصنیف میں عمدہ خیالات کو ایک لڑی میں پرونے کی کامیاب کوشش قابلِ تقلید ہے ۔ ایک تخلیق "فکرِ اقبال کی سرگزشت" کے عنوان سے بھی ہماری نظر سے گزرتی ہے۔ ہندوستان میں اقبال شناسی کی روایت کے تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کے دوران پروفیسر عبد الحق کی یہ تصنیف بھی نظر سے گزرتی ہے۔ اس کتاب میں شائع ہونے والے مضامین کچھ بین الاقوامی اور قومی مذاکروں میں پڑھے گئے اور کچھ ریڈیائی ہیں۔ کل دس مضامین ہیں۔ چار مضامین پروفیسر عبد الحق کی دیگر تصانیف میں شائع بھی ہوئے ہیں۔ "فکرِ اقبال کی سرگزشت" میں پروفیسر عبد الحق نے اقبال کی شعری، فکری اور فنی عظمت کا اعتراف واشگاف الفاظ میں کیا ہے۔ "حرفِ آغاز" میں اقبال کی فکر اور اقبال کی شاعری کے رتبے کا معیار بہت بلند قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اقبال نے شعر کو فکر کی اس عظمت سے روشناس کیا جو تخیل کے پرواز کی عام گزرگاہ نہیں۔ فکر ایک مجرد شے تھی یہ اقبال کا کمالِ فن ہے کہ اُسے جذبہ اور احساس عطا کیا۔ یہ جذبہ اور احساس صرف اور صرف اقبال کی تخلیق ہے۔ آپ نے اپنی اس تصنیف میں فکر و شعر کے ارتباط اور آہنگ کو خاص طور پر مدِ نظر رکھا ہے۔ اس کتاب میں شامل مضامین میں اشعار اور خیالات کی تکرار کو لازمی قرار دیتے ہوئے آپ نے معذرت بھی کی ہے۔ آپ نے اقبال کے نقطۂ نظر کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی ہے اور بہت اعلیٰ نتائج اخذ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> "اس اعتبار سے بھی اقبال ہر دور میں دنیائے ادب کے عظیم ترین فن کاروں میں سرخرو بلکہ بنی نوع انسان

کا لازوال تہذیبی سرمایہ ہے اور رفت و بود یا جہات و ابعاد سے ماورا۔ آفاقی قدروں کا سرچشمہ فیض، جس سے انسانی احساسات اور تخیلات مستنیر ہوتے رہیں گے "(۸)

آپ کے مضامین اقبالیات کے لیے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ کی کاوشوں میں خلوص، سچائی اور اقبال سے محبت کے ساتھ ساتھ تحقیق اور تنقید کا پہلو بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

آپ کی کچھ تصانیف ایسی بھی ہیں جن کا تعلق براہِ راست اقبالیات سے نہیں ہے مگر ان میں اقبالیات کے حوالہ سے تحقیقی اور تنقیدی مواد میسر آ سکتا ہے۔ "شبلی اور معاصرین" کو لیجیے۔ اس کتاب کا ایک مضمون "شبلی و اقبال کا اشتراکِ فکر و عمل" بہت اہمیت کا حامل ہے اور مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت کے حوالہ سے بھی پروفیسر موصوف نے ان کے نظریات و خیالات کی توضیح پیش کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی تصنیف "رشید احمد صدیقی کا ثقافتی منظر نامہ" سے رشید احمد صدیقی کی شخصیت کے متعلق زیبِ قلم کی گئی باتیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ ان تمام تصانیف میں علم و آگہی کا جہان پوشیدہ ہے جو سب کے لیے یکساں مفید ہے۔ علم کا ہر متلاشی خاص طور پر فکرِ اقبال میں پوشیدہ بصیرت سے استفادہ کے تمنائی ان تصانیف سے استفادہ ضرور کریں۔ پوری دنیا کے ہر گوشے میں اقبال کا پیغام موجود ہے۔ یہ ہندوستان کے لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں پروفیسر عبدالحق جیسا قابل اقبال شناس میسر آیا جس نے اقبالیات کی صحیح تفہیم کے لیے اتنا عمدہ مواد فراہم کیا۔ پروفیسر عبدالحق نے اقبالیات کی تحقیق اور تنقید کے لیے مستند ماخذ فراہم کیے ہیں۔ فکرِ اقبال کی توسیع کے لیے آپ کا یہ کارنامہ تا حیات باعثِ افتخار رہے گا۔ ہندوستان میں اقبال شناسی کی روایت کا بہتا دریا ذہنوں کو سیراب کرتا رہے گا۔

حوالہ جات

(۱) عبدالحق، پروفیسر، اقبال۔ شاعرِ رنگیں نوا، نئی دہلی: اصیلا پریس، دریا گنج، مئی ۲۰۰۹ء صفحہ ۴۶

(۲) عبدالحق، پروفیسر، اقبال اور اقبالیات، سرینگر: میزان پبلشرز رجسٹرڈ، اشاعت دوم ۲۰۰۹ء صفحہ ۷

(۳) عبدالحق، پروفیسر، تنقیدِ اقبال اور دوسرے مضامین، دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، مئی ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۸

(۴) آلِ احمد سرور، پروفیسر، اقبال کا نظریہ شعر اور ان کی شاعری، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جنوری ۱۹۹۹ء صفحہ ۳۸

(۵) عبدالحق، پروفیسر، اقبال کے ابتدائی افکار، نئی دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، نقش اول مارچ ۱۹۶۹ء صفحہ ۵۱

(۶) اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، ضربِ کلیم، مردِ بزرگ، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، اشاعت ششم ۲۰۰۴ء صفحہ ۶۴۱

(۷) عبدالحق، پروفیسر، اقبال کا حرف شیریں، نئی دہلی: اصیلا پریس، دریا گنج، اگست ۲۰۱۴ء صفحہ ۴۴

(۸) عبدالحق، پروفیسر، فکرِ اقبال کی سرگزشت، جون پور یوپی: رحمان منزل، بلوا گھاٹ، اشاعت ۱۹۸۹ء صفحہ ۵۰